علمِ لسانیات: جائزہ کتب (اُردو)

الماس خانم، پی۔ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract

The linguistics as a knowledge and research is very important, in this era. In this article value and importance of the books about Urdu linguistics is discussed. The important theories of urdu Linguirtics, have been brought into light. So the readers may realize the importance of urdu Linguirtics.

دیگر علوم کی طرح لسانیات کا علم بھی تیزی سے ترقی پذیر ہے اور جب سے اسے سائنس کا درجہ حاصل ہوا ہے، اس کے فروغ میں نہ صرف تیزی آ گئی ہے بلکہ ماہرین لسانیات و محققین لسانیات نئے نئے مباحث کو منظر عام پر لا رہے ہیں اور زبان سے متعلق گتھیاں سلجھا رہے ہیں۔ دُنیا بھر میں لسانیاتی تحقیق کے مراکز کام کر رہے ہیں۔ دُنیا کے بڑے بڑے ماہرین لسانیات نے لسانیات کے موضوع پر تحقیقی مقالات، ضخیم کتب اور مضامین لکھ کر نہ صرف لسانیات کی اہمیت وضرورت کو اُجاگر کیا ہے بلکہ عام لوگوں میں لسانیات کا شعور بیدار کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے اور اس کے گہرے اثرات اُردو لسانیات پر بھی مرتسم ہوئے ہیں۔ اُردو میں لسانیات کے موضوع پر کام ترقی پذیر ہے لیکن علم لسانیات پر بہت کم تحقیقی کام ہوا ہے۔

دورِ حاضر میں لسانیات کا بطورِ علم مطالعہ اور تحقیق بہت ضروری ہے۔ اس پہلو کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ اس کی ضرورت کو اُجاگر کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام دلوی اپنے مضمون ''اُردو میں لسانی تحقیق کی اہمیت'' میں لکھتے ہیں:

> ''لسانی تحقیق کے دو پہلو ہیں، اُردو میں اس نوع کی تحقیقات سے پہلے، ان دونوں پہلوؤں کو علیحدہ رکھنا ضروری ہے۔ اوّلاً لسانیات (Linguistics) کا سرعت سے ترقی کرنے والے جدید علم کی حیثیت سے مطالعہ تاکہ اس کے ذریعے اُردو میں علم زبان کے طالب علم کے لئے زیادہ سے زیادہ مواد حاصل ہو۔ اس سلسلے میں علم زبان کے سارے پہلو مثلاً تجزیاتی، تاریخی، جغرافیائی (بولیوں کے مطالعوں کیساتھ)، لفظ ومعنی کا تعلق، الفاظ کی تاریخ (Etymology)، تدریس زبان، اختلاطِ زبان (Languages in contact) اور اسلوبیات (Stylistics) وغیرہ

> پیش نظر ہونے چاہئیں۔ دوم، ہند آریائی گروہ کی تاریخی اہمیت اور اس کے پیش نظر اُردو کے ساتھ دیگر جدید ہند آریائی زبانوں کے تفصیلی مطالعے تاکہ اُردو کے جدید ہند آریائی زبانوں سے لسانیاتی رشتے بھی، بیک نظر ہمارے سامنے رہیں''۔ (رفاقت،۲۰۰۳:۲۸۰)

لسانیاتی تحقیق کے ان دو پہلوؤں کی طرف سب سے پہلے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے توجہ کی۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۱ء کے آغاز تک وہ یورپ میں رہے اور اپنے چار سالہ قیام کے دوران انہوں نے لسانیات میں دو اہم تصانیف پیش کیں۔ ۱۹۲۷ء میں ''اُردو کے آغاز وارتقاء'' پر لندن یونیورسٹی میں لسانیاتی تحقیق میں مصروف رہے۔ اس وقت تک ہماری زبان کے لسانی پہلوؤں پر علمی اور تحقیقی کام بہت کم ہوا تھا، اور جو کچھ ہوا تھا وہ دوسری زبانوں کے متعلق اور دیگر زبانوں میں ہوا تھا۔ اُردو زبان کے مطالعے کو سائنٹفک بنانے کے لئے ڈاکٹر زور نے قیام یورپ کے زمانے میں لسانیات کے جدید اصول اور اطلاقی لسانیات سے واقفیت پیدا کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی۔ (مغنی،۲۰۰۵:۳۳۰)

قیام یورپ کے دوران زور کو بڑے بڑے ماہرین لسانیات سے استفادے کا موقع ملا جن کا ذکر انہوں نے ''ہندوستانی لسانیات'' کے مقدمے میں کیا ہے۔ ان میں پروفیسر آر۔ یل۔ٹرنر، گراہم بیلی، ڈاکٹر جیولس بلوک، پروفیسر واندرئیس، پروفیسر بن وے سنت، پروفیسر مسی یوں، پروفیسر سلون لیوی، مدموزیل دیران وغیرہ شامل ہیں جس کے نتیجے میں ان کا لسانیاتی شعور مزید پختہ ہوا، اس کے نتیجے میں انہوں نے لسانیاتی تحقیق پر دو کتب Hindustani Phonetics (۱۹۳۰ء) اور ''ہندوستانی لسانیات'' (۱۹۳۲ء) شائع کیں۔

''ہندوستانی صوتیات کے پیش لفظ اور ہندوستانی لسانیات کی تمہید میں زور صاحب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان دونوں تصانیف میں انہوں نے اپنے پی۔ ایچ ڈی کے مقالے منظورہ لندن یونیورسٹی کا بیشتر مواد شامل کیا ہے۔'' (مغنی،۲۰۰۵:۳۳۱)

''ہندوستانی لسانیات'' نہ صرف علم لسانیات پر اُردو کی پہلی محققانہ کاوش ہے بلکہ اسے سب سے زیادہ پذیرائی بھی حاصل ہوئی۔ اس سے اُردو میں نہ صرف لسانیات کے جدید مباحث کا آغاز ہوا بلکہ لسانی ولسانیاتی تحقیق کی بنیادیں بھی مستحکم ہوئیں اس لئے یہاں اس کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ عام لسانیات اور السنہ عالم سے متعلق ہے اور دوسرا ہندوستانی زبان اور اس کے متعلق مسائل سے مخصوص ہے۔ (زور،۱۹۶۱:۱۹)۔ اسے جدید ترین لسانی تحقیقات کے معیار کے مطابق لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے عبدالقادر سروری اپنے مضمون ''ڈاکٹر زور اور لسانیات'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس کتاب میں عام لسانیات' دُنیا کی زبانوں کی تقسیم اور ان کی گروہ بندی' اُردو زبان کے آغاز اور ارتقا پر مباحث شامل ہیں''۔ (مغنی،۲۰۰۵:۳۲۴)

کتاب کا پہلا حصہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں لسانیات کی تعریف' اصول وضوابط' مقاصد' فوائد اور

تاریخ پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں زبان کی ماہیت، آغاز اور تشکیل کے مراحل زیر بحث آئے ہیں۔ تیسرے اور چوتھے باب میں زبان کے فطری ارتقا، صوتی تغیر و تبدل، ادغامی اثرات، زبان کی ارادی تشکیل، وضع اصطلاحات پر مجمل بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں دنیا کی مختلف زبانوں' ان کے طریقہ تقسیم' مختلف خاندان' ہند یورپی' ہند ایرانی پر سیر حاصل بحث ہے۔ اس حصے کا ایک اور اہم باب ہند آریائی کے ارتقا سے متعلق ہے۔ ہند آریائی کا ارتقا صحیح طور پر ایک توضیحی موضوع ہے لیکن اس باب میں صرف تاریخی تفصیلات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے جس کا مطالعہ ہند آریائی اور اس کے مختلف گروہوں کا بیان کافی تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔ (مغنی، ۲۰۰۵: ۳۲۵)۔ جدید ہند آریائی زبانوں اور ہند کے غیر آریائی زبانوں کو علیحدہ علیحدہ باب میں بیان کیا ہے۔ حصہ دوم کا پہلا باب ہندوستانی کے آغاز سے متعلق ہے، یہ ایک اہم لسانی بحث ہے اور اس پر کئی محققین اور ماہرین لسانیات نے اپنے اپنے نظریات پیش کئے ہیں۔ زور نے ان نظریات کا حوالہ بھی دیا ہے اور جدید تحقیقات کی روشنی میں اختلاف کے اسباب بھی بیان کئے ہیں اور اپنا نظریہ بیان کیا ہے:

> ''اُردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے، بلکہ اس زبان سے جو ان دونوں کا سرچشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بعض باتوں میں پنجابی سے مشابہ ہے اور بعض میں کھڑی سے''۔ (زور۔۱۹۶۱: ۱۱۵)

بولی لسانیات کا بڑا اہم موضوع ہے۔ زور نے ''ادبی بولیاں'' کے عنوان سے گجراتی' دکنی اور شمالی بولیوں کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔ ہندستانی کی ہمہ گیری کے بعد عہد حاضر میں ہندی اُردو جھگڑے کے اسباب اور تاریخ بیان کرنے کے بعد اُردو کی ضرورتیں بیان کی ہیں۔ کتاب کے آخر میں جدا عنوان کے تحت زور نے ان تمام ماخذوں کا ذکر کیا ہے جن سے قیام یورپ کے دوران انہوں نے استفادہ کیا تھا۔ عبدالقادر سروری اپنے مضمون ''ڈاکٹر زور اور لسانیات'' میں اس کتاب کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''یہ کتاب جن بنیادی مباحث پر مشتمل ہے، ان کی اُردو زبان کے مطالعے کے سلسلے میں بڑی اہمیت ہے، اسی لئے اس کتاب کو بڑی اہمیت حاصل ہے''۔ (مغنی، ۲۰۰۵: ۳۲۷)

اس کتاب کے ابتدائی ابواب جو علم لسانیات سے متعلق ہیں خاص اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ جس زمانہ میں زور نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اس موضوع پر اُردو میں کوئی تصنیف منظر عام پر نہ آئی تھی۔ ''ہندوستانی لسانیات'' کے بعد طویل عرصہ تک علم لسانیات پر کوئی محققانہ کاوش سامنے نہ آئی البتہ مختصر مقالات اور مضامین کی صورت میں اُردو لسانیات کے موضوع پر قلم اُٹھایا جاتا رہا لیکن کوئی مستقل تصنیف شائع نہ ہوئی۔

اُردو لسانیات پر قلم اٹھانے والوں میں خلیل صدیقی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ علمِ لسانیات پر آپ کی اہم ترین محققانہ کاوشیں ''زبان کا مطالعہ'' (۱۹۶۴ء)، ''زبان کا ارتقاء''، (۱۹۷۷ء) اور ''لسانی مباحث'' (۱۹۹۱ء) ہیں۔ ''زبان کا مطالعہ'' میں علم لسانیات کی مصطلحات اور مبادیات پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ دیباچے میں مصنف نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے زیادہ تر مغرب کے علمائے لسانیات سے استفادہ کیا ہے۔ کتاب کل چار ابواب پر مشتمل

ہے اور انہی میں لسانیات کے بیشتر موضوعات کو سمونے کی کاوش کی گئی ہے۔ پہلا باب ''لسانیات کیا ہے'' میں لسانیات کی اہمیت اور حیثیت، زبان اور سماجی رشتے، لسانیات کا دائرہ بحث، لسانیات کے مباحث و مسائل، لسانی تغیرات کی نوعیتیں، لسانیات اور گرامر، ہند یوروپی السنہ کا مطالعہ اور لسانیات، تقابل السنہ، اشتقاقیات، تقابلی لسانیات، زبان کے صوتی اور نفسیاتی پہلو، صوتی تحریر کا نظام، صوتیاتی مطالعہ کی اہمیت اور زبان کی نشوونما کے اصول جیسے وقیع اور دقیق موضوعات قلم زد کئے گئے ہیں جن سے علم لسانیات کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ وہ لسانیات کو زبانوں اور بولیوں کی تحقیقات کا علم اجتہاد قرار دیتے ہیں۔ (خلیل، ۱۹۶۴: ۳)۔ دوسرا باب لسانیات کے تاریخی جائزہ پر مشتمل ہے اس میں مختلف ادوار، مختلف قوموں میں لسانیات کے ارتقا کا بتدریج جائزہ لیا ہے۔ خاص طور سے مغربی ماہرین لسانیات کے نظریات، ان کے اثرات اور فروغ پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے جس سے مغرب کے جدید لسانیاتی اصولوں اور نظریات کو سمجھنے کا موقع ملا ہے۔ تیسرا باب ''شاخیں اور شعبے'' ہے۔ لسانیات بحیثیت علم ترقی پذیر ہے، اس کی بہت سی شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور کئی شعبے وجود میں آ چکے ہیں۔ اس باب میں خاص طور سے تشریحی لسانیات اور اس کا طریقہ مطالعہ: تاریخی و تقابلی لسانیات، اس کے تقابل کے اصول بیان کئے ہیں۔ گرامر کی ماہیت، حیثیت و اہمیت، قواعد تقسیمیں، گرامر کی تبدیلیاں بھی اس باب کے اہم موضوعات ہیں۔ فن تحریر کا آغاز، ارتقا، مختلف ادوار اور زبانوں کے رسم الخط بھی زیر بحث آئے ہیں۔ صرف و نحو، لغت و فرہنگ، اشتقاقیات اور اس کے اصول بھی بیان کئے ہیں۔ آخری باب ''لسانیات اور دوسرے علوم'' میں لسانیات کے دوسرے علوم خاص طور سے طبعی علوم سے رشتے کی وضاحت کی گئی ہے جن میں ارضیات، عمرانی علوم، علم ثقافت، نفسیات، فلسفہ وغیرہ کے ساتھ لسانیات کے تعلق کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور ان کے بیان کے لئے مغربی ماہرین لسانیات کے نظریات بھی بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کا اہم حصہ حواشی ہے جس میں ان تمام مغربی ماہرین لسانیات کے بارے میں بنیادی معلومات اور لسانیات کے میدان میں ان کی خدمات کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے جن سے مصنف نے استفادہ کیا ہے اس سے مغرب میں لسانیات کے شعبے میں ہونے والی محققانہ کاوشوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور آخر میں لسانیات کی اصلاحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے نظریات تو مغرب کے پیش کئے ہیں لیکن مثالیں اُردو زبان سے دی ہیں۔ ''زبان کا مطالعہ'' سے اُردو میں لسانیات کے کئی باب وا ہوئے اور اس کے بعد علم لسانیات پر باقاعدہ توجہ دی جانے لگی۔

''زبان کا ارتقا'' (۱۹۷۷ء) خلیل صدیقی کی اہم ترین محققانہ کاوش ہے۔ مصنف کو اس امر کا احساس ہے کہ اُردو میں لسانیات کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی اس لئے اُردو لسانیات کی عمر کم ہے۔ انہوں نے ''زبان کا ارتقا'' میں اس کمی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے اور لسانیات کے اہم موضوعات کو زیر تحقیق لائے ہیں۔ ماہرین لسانیات جب بھی زبان کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلا سوال یہی اٹھتا ہے کہ زبان کیسے وجود میں آئی۔ مختلف ماہرین نے اپنی اپنی تحقیق کی بنیاد پر اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ خلیل صدیقی نے 'آغازِ زبان کے مسائل'' میں مختلف محققین اور ماہرین لسانیات کی تحقیق کی روشنی میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی سعی کی ہے۔ ''نظریے'' میں مشہور مغربی ماہرین کے نظریات پیش کئے ہیں کہ نطقی وسیلہ کس طرح اختیار کیا گیا ہوگا۔ صوتی اشارے

کیسے مقرر ہوئے۔''ڈارون کا نظریہ اور علم اللسان'' پر بھی بحث کی ہے اور اس سلسلے میں نفسیات کیا کہتی ہے، اس پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔''صوتی ابلاغ'' میں نطق انسانی اور ابلاغ کی صوتی صورتوں کا جائزہ لیا ہے۔زبان ایک زندہ عمل ہے، انسان کی طرح اس نے بھی اپنے ارتقا کے مختلف مدراج طے کئے ہیں۔''لسانی ارتقا کے مدارج'' میں زبان کا بتدریج ارتقا بیان کیا ہے۔''صوتی نظام'' زبان میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اس سے متعلقہ محققانہ مباحث کو خلیل صدیق نے ''دلالت کی اکائیاں'' میں بخوبی سمیٹا ہے۔

لسانی تغیرات صوتی بھی ہوتے ہی،صوفی وصوریاتی بھی، لغوی ومعنویاتی بھی اور نجومی بھی (خلیل، ۲۰۰۰: ۱۴۳)۔''لسانی تغیرات اور ان کے اسباب'' میں مصنف نے لسانی تغیرات اور ان کے اسباب تفصیلاً بیان کئے ہیں۔ آب و ہوا اور جغرافیائی کوائف، تغیرات اور اعضائے نطق، قومی نفسیات، تسہیل یا تعلیل محنت، توارث نسلی اختلاط، دخیل کلمے، اس تغیر کے اہم ترین اسباب ہیں۔ (خلیل ۲۰۰۰: ۱۶۲۔۱۷۷)۔ اس کتاب کا آخری موضوع ''ترقی یا لسانی انحطاط'' ہے۔مختلف عوامل کا جائزہ لینے کے بعد مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

> ''آج کا ماہر لسانیات بشریاتی معیار کو ملحوظ رکھ کر یہ رائے ظاہر کرے گا کہ زبانوں نے پیچیدگی اور ابتری سے سادگی اور تنظیم کی طرف ارتقائی سفر کیا ہے اور مجموعی طور پر ترقی کی منزلیں طے کی ہیں'' (خلیل، ۲۰۰۰: ۲۰۵)

''لسانی مباحث'' (۱۹۹۱ء) خلیل صدیقی کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے۔کچھ کا تعلق ایسے لسانی مباحث و مسائل سے ہے جو ''دُنیائے لسانیات'' میں پیش پا افتادہ ہیں لیکن اُردو دُنیا میں ایسے فرسودہ بھی نہیں کہ انہیں نہ چھیڑا جائے۔بعض کے موضوعات مغربی لسانیات میں زیادہ اہم نہیں رہے لیکن انہیں فرسودہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔کچھ مضامین جدید ترین مغربی لسانیاتی رجحانات سے تعلق رکھتے ہیں (خلیل، ۱۹۹۱: ۱)

پہلے تین مضامین ''کچھ علم لسانیات کے بارے میں''، ''تاریخی لسانیات'' اور ''ہند آریائی لسانیات'' علم لسانیات کا احاطہ کرتے ہیں۔یہ قریباً وہی مباحث ہیں جو ''زبان کا مطالعہ'' میں زیر بحث آئے ہیں۔اب ان میں جدید رجحانات کے مطابق سائنٹفک نقطہ نظر اپنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ایک مضمون ''صوتیہ......فونیمیات'' کے عنوان سے ہے۔اس میں مغربی دُنیائے لسانیات میں ''فونیم'' کے تصور سے متعلق بحث وتمحیص، اس سے متعلق مختلف نظریات، پیش رفت، امریکی، جرمنی، فرانسیسی ماہرین لسانیات کے تصورات بیان کرنے کے بعد اُردو زبان کے فونیمیات پر بحث کی ہے۔''گریمر صرف ونحو'' میں قواعد کی تعریف، اقسام، ساخت، اجزا پر مغربی ماہرین کے تصورات پر بات کرنے کے بعد اردو قواعد کے ڈھانچے کا تذکرہ کیا ہے۔

لسانیات میں ''ساختیات'' کے علم نے بھی خاصی اہمیت حاصل کر لی ہے۔''ساختیات'' میں خلیل صدیقی نے ''ساختیات'' کے آغاز، ارتقا، اس کے مختلف دبستانوں، یورپ اور امریکہ میں ساختیات کے تصورات اور بیسویں صدی میں اس کے فروغ کی داستان بیان کی ہے۔مضمون ''زبان اور شناخت'' بھی جدید رجحانات کا حامل ہے۔ایک اہم مضمون ''لغت نویسی'' اس میں لغت نویسی کی تاریخ بیان کرنے کے بعد لغت نویسی کے فرائض پر سیر حاصل بحث کی

ہے اور لغت نویسی کے اہم معاملات قلم زد کئے ہیں اور اُردو لغات کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے اُردو لغت نویسی کے تدریجی ارتقا پر روشنی ڈالی ہے۔

اُردو زبان میں املا اور اس کے مسائل بھی ماہرین کی توجہ کا مرکز رہے ہیں لیکن اس طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔ خلیل صدیقی نے ''اُردو املا اور اس کے مسائل'' میں املا کی اہمیت، املائی نظام کے عناصر، اُردو املا کی تدریسی دقتوں، صحت املا کی مشکلات کا ذکر کیا ہے اور اُردو املا کے حوالے سے اُردو ماہرین لسانیات کے نظریات وتصورات بھی پیش کئے ہیں۔ آخری مضمون ''پاکستان اور لسانی مسائل'' خاص اہمیت کا تحقیقی مضمون ہے۔ اس میں پاکستان کی لسانی صورتحال، بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ''لسانی پالیسی'' کا ذکر بھی کیا ہے، ان کے نزدیک یہ پالیسی مرتب کرتے وقت تین اہم مقاصد پیش نظر ہونے چاہئیں۔

(۱) قومی وحدت اور قومی تشخص، (۲) جدید سائنس اور ٹیکنالوجی میں دسترس۔ (۳) بین الاقوامی مواصلاتی رابطہ۔ (خلیل، ۱۹۹۱: ۳۸۸) ان مضامین کی اہمیت یہ ہے کہ ایک تو اس میں جدید لسانیاتی مباحث اور رجحانات پیش کئے گئے ہیں اور دوسرے ان کی بنیاد خالصتاً تحقیق پر رکھی گئی ہے۔

لسانیاتی تحقیق کی ایک اور قدآور شخصیت ڈاکٹر شوکت سبزواری ہیں۔ اُردو لسانیات پر ان کی دو محققانہ کاوشیں ''لسانی مسائل'' (۱۹۶۲ء) اور ''اُردو لسانیات (۱۹۶۶ء) ہیں۔ اُردو میں لسانی مسائل کی طرف بہت کم دھیان دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے منظّم انداز میں ڈاکٹر شوکت سبزواری نے ہی اس موضوع کو گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے۔ وہ لسانیات کو فن کے بجائے سائنس اور زبان کی تنقید قرار دیتے ہیں۔ کتاب کے شروع میں انہوں نے علم لسانیات پر تفصیلی بحث کی ہے، اس کی تعریف اور اقسام بیان کرنے کے بعد لسانیات کے اہم مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کا عنوان ''قواعد ولسانیات'' ہے۔ قواعد لسانیات کا اہم حصہ ہے۔ اگرچہ اُردو میں قواعد نویسی کی مستحکم روایت ملتی ہے لیکن بیشتر قواعد انگریزی اور عربی کے نقش پر مرتب کئے گئے ہیں۔ شوکت سبزواری اُردو قواعد کی ترتیب نو سے متعلق مشورے دیتے ہیں اور نئے اور اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے گرامر اور زبان کے تعلق کو بڑی صراحت سے بیان کیا ہے۔ ''اُردو الفاظ عامہ کی آپ بیتی'' ایک دلچسپ تحقیق ہے۔ اس کے علاوہ اُردو کی صرفی ونحوی استواری اور اُردو زبان کا ایک صوتی رجحان پر بھی سائنسی انداز میں تحقیق کی ہے۔

دوسرا حصہ ''زبان اور رسم خط'' ہے جو لسانیات کا اہم موضوع ہے۔ اس حصہ میں اصلاح زبان اُردو، لکھنؤ کی زبان، پاکستان کی قومی زبان، اُردو کے پچاس سال اور اُردو کا رسم الخط پر قلم اٹھایا ہے۔ تیسرا حصہ ''لفظی تحقیق'' دلچسپ تحقیقی موضوع ہے، اس میں اُردو کے چند الفاظ کا محققانہ تجزیہ کیا گیا ہے۔

دوسری کتاب ''اُردو لسانیات'' میں خالصتاً اُردو کے لسانی موضوعات کا محاکمہ کیا گیا ہے۔ ''اُردو کی اصل اور اس کی ابتداء'' میں زبان کے ماخذ کا لسانی اصول پیش کیا ہے۔ مانعہ اور مطلقہ الفاظ کی اقسام بتائی ہیں اور اُردو کی اصل اور اس کے آغاز کے بارے میں مستشرقین کے نظریات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ''اُردو زبان کا ارتقا'' میں انہوں

نے اُردو کے چار ارتقائی ادوار بیان کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''پہلا قدیم دور ۶۰۰ ق م پر ختم ہوا۔ دوسرا ۵۰۰ عیسوی پر، تیسرا ۱۰۰۰ عیسوی پر اور چوتھے دور کا آغاز میرے خیال میں ۱۲۰۰ء کے لگ بھگ ہوا اور ۱۸۰۰ء پر اختتام کو پہنچا۔ اُردو کے لئے عبوری یا تعمیری زمانے کی حیثیت رکھتے ہیں''۔ (شوکت، ۱۹۶۶: ۲۵، ۲۶)

وہ اُردو کو ساخت کے اعتبار سے ہند آریائی خاندان کی زبان اور فطرت کے حوالے سے شیر وشکر ہو جانے والی زبان قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُردو صوتیے، اعرابی نظام، ہکائیہ آوازیں، غنہ آوازیں، روزمرہ اور محاورہ، ترادفی مرکبات اہم موضوعات ہیں۔ ''دخیل الفاظ'' کے عنوان سے مستعار اُردو دخیل الفاظ پر محققانہ بحث کی ہے۔

ساٹھ کی دہائی میں کچھ محققین نے خاص طور سے لسانیات کی طرف توجہ کی اور اس کے موضوعات میں بھی تنوع پیدا ہوا۔ اسی تنوع کی ایک مثال ''شعری لسانیات'' (۱۹۶۹ء) ہے۔ اس میں انیس ناگی نے الفاظ کی ماہیت اور حقیقت کو موضوع تحقیق بنایا ہے۔ اس میں بھی مغربی ماہرین کے تصورات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اہم موضوعات لسانی ادراک، اشارہ اور استعارہ، لغاتی معانی، استعاراتی معانی، مشابہتی رشتے، تسخیر معانی، محاکاتی استعارہ، ابلاغ، افہام، ابہام اور لسانی آہنگ ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی منفرد تحقیقی کاوش ہے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے علم لسانیات پر اپنے مضامین کے ذریعے توضیحی لسانیات اور صوتیات پر لکھنے کی ابتدا کی لسانیات سے ان کی یہ دلچسپی روزافزوں رہی، چنانچہ ۱۹۴۸ء میں ''لندن سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز'' سے منسلک ہو کر ''شمالی ہند میں ہند آریائی زبانوں کا ارتقا'' کے موضوع پر اپنا تحقیقی کام کا آغاز کیا۔ (عقیل، ۲۰۰۸: ۱۸۷) اور پھر خود کو لسانیاتی تحقیق کے لئے وقف کر دیا۔ ''جامع القواعد'' ان کا ایک قابل قدر لسانیاتی تحقیق کا کارنامہ ہے۔ ''ادب اور لسانیات'' (۱۹۷۰ء) ان کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، سبھی کا تعلق لسانیات سے ہے، اس میں کل ۲۱ مضامین شامل ہیں۔ اُردو پاکستان اور ہندوستان کی مختلف زبانوں کا لسانی اور تحقیقی مطالعہ مستقبل میں زبان کی ترقی کیلئے نئی راہیں دکھا سکتا ہے۔ اُردو کو دفتروں، عدالتوں، تجارتی، صنعتی اور کاروباری اداروں میں رواج دینے کے لئے اُردو کی ٹائپ مشینوں میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ اور اس قسم کے بعض دوسرے مسائل ان مضامین کا موضوع ہیں جو اس مجموعے میں شامل ہیں (صدیقی، ۱۹۷۰: ۱۳)

علم لسانیات کے حوالے سے اہم مضامین ''لسانی مطالعہ میں شماریاتی امدادی طریقوں کا استعمال'' اور ''مطالعہ لسانیات، اٹھارہویں صدی تک'' ہیں۔ دو مضامین ''صوتی تغیرات'' اور ''اُردو کا صوتی نظام'' ہیں۔ ''پاکستانی ادب کی زبان کا مسئلہ'' ایک اور اہم موضوع ہے۔ اس میں انہوں نے پاکستانی ادب کی بھی وضاحت کی ہے اس سلسلے میں پہلا عنصر مذہب اور دوسرا عنصر تہذیب ہے۔ پاکستانی ادب اور اس کی زبان کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے وہ تجاویز بھی دیتے ہیں۔ ''پاکستان میں اُردو''، ''پاکستان میں اُردو کا مستقبل''، اُردو ٹائپ مشین کی اصلاح کا مسئلہ اور ''بنیادی اُردو'' جیسے مضامین بھی ان کی اعلیٰ درجہ کی محققانہ کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ ان مضامین کا بنیادی مقصد اُردو کو تدریسی زبان بنانے کیلئے راہیں ہموار کرنا ہیں اس کیلئے انہوں نے اس میں حائل رکاوٹوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا حل

بھی پیش کیا ہے۔

اُردو میں علم لسانیات پر بہت کم تحقیقی کام ملتا ہے۔ پوری پوری دہائی میں اِکا دُکا کتابیں نظر آتی ہیں لیکن ان محققین اور ان کی کاوشوں کو بھی غنیمت ہی خیال کیا جانا چاہئے۔ ایسے میں ڈاکٹر اقتدار حسین کی تصنیف ''لسانیات کے بنیادی اصول'' (۱۹۸۵ء) لسانیات کے میدان میں ایک قابل قدر محققانہ کاوش ثابت ہوئی۔ مغربی ممالک میں لسانیاتی تحقیق جس تیزی سے فروغ پذیر ہے اُردو میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ''اُردو زبان'' میں اگرچہ لسانیات پر کام ہوا ہے لیکن اس کے بنیادی اصولوں' مختلف جزیات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ اس تصنیف میں ڈاکٹر اقتدار حسین نے اس کمی کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ پہلا باب ''لسانیات کے بنیادی اصول'' علم لسانیات کی تعریف، لسانیات کی شاخوں، دیگر علوم سے اس کے تعلق، اس کے مطالعہ کی افادیت جیسے موضوعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ صوتیات، فونیمیات، صرف، مارفو فونیمیات، نحو لسانیات کی اہم شاخیں ہیں۔ ان کے بارے میں شعور حاصل کئے بغیر علم لسانیات میں ایک قدم بھی آگے بڑھانا ممکن نہیں۔ مصنف نے ان شاخوں کے بارے میں تفصیلاً بحث کی ہے اور زیادہ تر مثالیں اُردو زبان سے ہی دی ہیں لیکن بقول مصنف:

> ''اس کی سب مثالیں اردو میں ملنا ممکن نہیں اس لئے انگریزی اور دوسری زبانوں سے مثالیں لینا ناگزیر ہو گیا ہے۔ مسائل و تصورات کی پیچیدگی کو عام فہم زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے''۔ (حسین، ۹:۱۹۸۵)

لسانیات میں آج کل ''تبادلی قواعد'' کے تصور کی بڑی اہمیت ہے۔ اس تصور کو چامسکی نے سب سے پہلے پیش کیا اور اب کوئی بھی لسانی کتاب بغیر تبادلی قواعد کے ذکر کے نامکمل سمجھی جائے گی (حسین، ۱۰۴:۱۹۸۵)۔ ڈاکٹر اقتدار حسین نے ''تبادلی قواعد'' میں اسے چامسکی کے بنائے گئے خاکے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن مثالیں اُردو زبان سے دی ہیں۔ تاریخی لسانیات، لسانیات کی اہم قسم ہے اس میں زبانوں کے آپس کے تعلق کو بے نقاب کیا جاتا ہے۔ ''تاریخی لسانیات'' میں ڈاکٹر اقتدار حسین نے جامع محاکمہ کیا ہے اور زبانوں کے آپسی رشتوں زبانوں کی نسبی درجہ بندی، زبانوں میں صوتی، قواعدری، مارفو نونیمک اور معنوی تبدیلیوں پر تفصیلاً بحث کی ہے۔ آخر میں ''لسانیات اور تدریس زبان'' کے نام سے ضمیمہ شامل کیا گیا ہے اور زبان کی تعلیم و تدریس میں لسانیات کے کردار پر بحث کی ہے۔ آخری حصہ ''لسانیات کی اصطلاحات'' پر مشتمل ہے۔

علم لسانیات پر بہت کم مستقل تصانیف لکھی گئیں۔ زیادہ تر مضامین و مقالات کی طرف توجہ کی گئی جو مختلف رسائل میں چھپتے رہے۔ لسانیاتی تحقیق کے فروغ میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے کلیدی کردار ادا کیا اور اس پلیٹ فارم سے خاص طور سے ''لسانی مقالات'' شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ان میں ''لسانی مقالات'' (حصہ اوّل، حصہ دوم) از سید قدرت نقوی، لسانی مقالات (۱۹۹۱ء حصہ سوم) از ڈاکٹر سہیل بخاری، لسانی و عروضی مقالات (۱۹۸۹ء) از جابر علی سید، زبان و بیان (۱۹۸۹ء) از وارث سرہندی، لسانی مسائل و لطائف (۱۹۹۶ء) از شان الحق حقی شامل ہیں۔ یہاں ان میں سے کچھ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

جابر علی سید ماہر عروض ہیں، اس کے علاوہ لسانیات کے شعبے میں بھی ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔ ''لسانی وعروضی مقالات'' ان کے متفرق مقالات کا مجموعہ ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں تحقیق الفاظ، اصلاحاتی مسائل کا محاکمہ کر کے مروجہ الفاظ کے صحیح مفاہیم متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور دوسرا حصہ عروض، وزن، آہنگ، املا اور تلفظ سے متعلق علمی سطح کے تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے(جابر،۱۹۸۹:۳)

''زبان و بیان'' (۱۹۸۹ء) وارث سرہندی کے تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں مختلف لسانی مسائل کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کل ۱۳ مضامین ہیں، مصنف کے بقول زیادہ تر مضامین جوابی نوعیت کے ہیں۔ ان میں اہم ترین موضوعات اُردو میں وضع اصطلاحات ...... چند تجاویز، اُردو زبان میں اصطلاحی انتشار، اُردو املا اور تلفظ میں یکسانی، بعض الفاظ وتراکیب کی تحقیق، بعض الفاظ کی حقیقت ہیں۔

ڈاکٹر سہیل بخاری نے لسانیات میں اہم نوعیت کا تحقیقی کام کیا ہے۔ ان کی کئی مستقل تصانیف بھی ہیں۔ ''لسانی مقالات'' حصہ سوم (۱۹۹۱ء) ان کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ لسانی تحقیق کی اہم کڑی ہیں۔ یہ مضامین دو حصوں میں منقسم ہیں۔ پہلے حصے کا عنوان ''زبان شناسی'' ہے، اس حصہ میں لسانیات کی تعریف، بولی کیا ہے، تلفظ اور اشتقاق، زبان کی تبدیلی اور لپی، حروف کا تبادل، بولی اور معنی وغیرہ جیسے موضوعات پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے کا عنوان ''اُردو شناسی'' ہے۔ اس میں خاص طور سے اُردو زبان سے متعلق مختلف اہم موضوعات زیر تحقیق آئے ہیں۔ ان میں آوازیں، الفاظ، نظامیات (گرائمر)، املا، اردو املا کے مسائل وغیرہ شامل ہیں۔ ''تاریخ'' کے عنوان کے تحت ''اُردو کے آغاز'' کا مسئلہ اٹھایا ہے اور تحقیق کی روشنی میں مختلف نظریات کا جائزہ لیا ہے اس کے علاوہ اُردو اور دیگر علاقائی زبانوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

''لسانی مسائل و لطائف'' (۱۹۹۶ء) میں شان الحق حقی نے دلچسپ انداز میں اُردو کے اہم لسانی مسائل کی طرف توجہ کی ہے۔ ان میں اُردو زبان کے معیار کا مسئلۂ زبان اور تعلیم زبان، زبان وسیلہ آشتی وغیرہ اہم مضامین ہیں۔ مصنف نے پاکستان میں لسانی مسئلے کو سیاسی مسئلہ قرار دیا ہے۔ دوسرے حصے کا عنوان ''اُردو کے حدود اربعہ'' ہیں۔ ان مضامین میں بعض الفاظ کی اصل اور بعض حروف کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان کے نزدیک اُردو کا ایک اہم مسئلہ اس پر عائد کردہ بے جا پابندیاں ہیں حالانکہ اس زبان میں ہر طرح کے اسالیب کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

اُردو اور تدریس اُردو (۲۰۰۴ء) غلام مصطفیٰ تبسم کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جسے ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے مرتب کیا ہے۔ لسانیاتی اعتبار سے یہ مضامین بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اس میں اُردو زبان کی ابتداء، اُردو زبان اور لفظ اُردو، اُردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ اور تغیرات وغیرہ میں اُردو زبان کے حوالے سے روایتی موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ تدریس اُردو میں مختلف مسائل کا تذکرہ کیا ہے، اس کے علاوہ اُردو لسانیات کے اہم موضوعات حرف جار کا استعمال، 'نے' 'کو' کا استعمال اہم مرکبات کا قصہ، سابقے اور لاحقے، محاورات کا استعمال، بعض اہم الفاظ کا املا، روزمرہ بول چال کے الفاظ کا صحیح تلفظ، تلمیحات، تشبیہ، کنایہ وغیرہ شامل ہیں۔

لسانیات نے بحیثیت علم بہت وسعت اختیار کر لی ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ اُردو زبان کے بہت کم محققین اس علم کے تربیت یافتہ ہیں، اسی وجہ سے لسانیات میں تصانیف کی شرح بہت کم ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد خاں نے ایم اے لسانیات میں کیا اور علم لسانیات کی طرف بھرپور توجہ کی، علم لسانیات پر آپ کی محققانہ کاوشیں ''اُردو لسانیات' (۱۹۹۰ء) اور ''لسانیات کیا ہے'' (۱۹۹۷ء) ہیں۔ مؤخر الذکر ڈیوڈ کرسٹل کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ ''اُردو لسانیات'' بنیادی طور پر متفرق مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین نوعیت کے اعتبار سے تجزیاتی' توضیحی' اطلاقی اور معلوماتی ہیں جنہیں موضوعات کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں ''کچھ لسانیات کے بارے میں'' کے عنوان سے معلوماتی نوعیت کا مضمون ہے جو خصوصی طور پر لسانیات سے دلچسپی رکھنے والے ان طالب علموں کے لئے لکھا گیا ہے جو اس علم سے متعلق اپنی غلط فہمیاں دُور کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے حصے کے مضامین خالص تجزیاتی نوعیت کے ہیں جس میں اُردو کی صوتی ساخت اور تشکیلیاتی سطح پر اُردو کے مرکب الفاظ کی ساخت کا تجزیہ ملتا ہے۔ اُردو کی اہم بولی کرخنداری اور شہر پونا کی اُردو کے صوتیاتی تجزیے بھی اس حصے میں شامل ہیں۔ تیسرے حصے کے مضامین میں پہلا ترجمے کی تیک نیک، اس کے مسائل اور مترجم کی ذمہ داریوں اور دشواریوں سے متعلق ہے۔ دوسرے اور تیسرے میں اُردو میں علمی اصطلاحات کے ارتقا کے جائزہ کے علاوہ اصطلاح سازی کی تیک نیک اور روایت اور صوتی اصطلاحوں کو اختراع کر کے ان کی توضیحات پیش کی گئی ہیں۔ چوتھا اور پانچواں مضمون اردو تعلیم و تدریس کے مسائل اور دوسری زبانوں کی حیثیت سے اُردو سکھانے کے طریق کار جیسے عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے کے آخری حصے کے تینوں مضامین مجموعی طور پر اُردو رسم الخط سے تعلق رکھتے ہیں جن میں اُردو رسم خط اور اُردو کے صوتی نظام کے درمیان باہم رشتے کی نوعیت، اُردو حروف اور ان کی ذیلی شکلیں، اُردو کا مصوتی نظام اور ہمارا رسم خط اور آخر میں اُردو رسم خط سکھانے کے طریق کار سے بحث کی گئی ہے (نصیر، ۱۹۹۰: ۶۔۷)

دوسری کتاب ''لسانیات کیا ہے'' کیونکہ ترجمہ ہے اس لئے اس کا یہاں ذکر خارج از موضوع ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین محقق اور نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر لسانیات بھی ہیں۔ لسانیاتی تحقیق پر آپ کی دو اہم تصانیف ''لسانی مطالعے'' (۱۹۷۳ء) اور ''لسانی رشتے'' (۲۰۰۳ء) ہیں۔ ''لسانی مطالعے'' میں ڈاکٹر گیان چند نے زبان کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی محققانہ جائزہ لیا ہے۔ لسانیات کے مطالعے کی افادیت' زبان اور علم زبان لسانیات کی تعریف، لسانیات کی شاخیں اور دوسرے علوم وفنون سے لسانیات کے تعلق کی وضاحت کی ہے۔ ''آغازِ زبان کے نظریے'' کے زیر عنوان یونانی مفکرین کے نظریات بیان کئے ہیں جن میں زبان کا الوہی نظریہ، قدیم نظریہ، فطری نظریہ، معاہدے کا نظریہ، حیوانی آوازوں کی نقل کا نظریہ، اشیاء کی جھنکار اور بصری پیکروں کا نظریہ، فجائی نظریہ، ٹاٹا نظریہ اور نغماتی نظریہ وغیرہ شامل ہیں۔ گیان چند نے ''اُردو ڈاکٹر گیان چند جین محقق اور نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر لسانیات بھی ہیں۔ لسانیاتی تحقیق پر آپ کی دو اہم تصانیف ''لسانی مطالعے'' (۱۹۷۳ء) اور ''لسانی رشتے'' (۲۰۰۳ء) ہیں۔ ''لسانی مطالعے'' میں ڈاکٹر گیان چند نے زبان کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی محققانہ جائزہ لیا ہے۔ لسانیات کے مطالعے کی افادیت' زبان اور علم زبان لسانیات کی تعریف، لسانیات کی شاخیں اور دوسرے علوم وفنون

سے لسانیات کے تعلق کی وضاحت کی ہے۔ ''آغازِ زبان کے نظریئے'' کے زیرِ عنوان یونانی مفکرین کے نظریات بیان کئے ہیں جن میں زبان کا الوہی نظریہ، قدیم نظریہ، فطری نظریہ، معاہدے کا نظریہ، حیوانی آوازوں کی نقل کا نظریہ، اشیاء کی جھنکار اور بصری پیکروں کا نظریہ، فنجائی نظریہ، ٹاٹا نظریہ اور نغماتی نظریہ وغیرہ شامل ہیں۔ گیان چند نے ''اُردو کے نام اور آغاز کے نظریئے'' کو بھی تفصیلی بیان کیا ہے اور اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے بارے میں آج تک جتنے نظریات پیش کئے گئے ہیں ان کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔ زبان میں رسم الخط خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے، گیان چند نے ہندستان کے رسوم الخط کو بیان کرنے کے بعد مشترک رسم الخط کا تجزیہ کرتے ہوئے اُردو الفاظ کی رومن املا کا تفصیلی محاکمانہ جائزہ لیا ہے۔ علاوہ ازیں اُردو، ہندی یا ہندوستانی، بھوپالی اردو، زبان کا مسئلہ، اردو لفظیات میں اضافے اور ہائے اضافت اور ہمزہ جیسے اہم لسانی نکات زیرِ بحث لائے ہیں اور ڈاکٹر زور کی لسانی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ ''لسانی مطالعے'' گیان چند کی برسوں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔

''لسانی رشتے'' مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین کا تعلق تاریخی اور تقابلی لسانیات سے ہے، سب سے جامع مضمون ''اُردو زبان کا پس منظر اور آغاز'' ہے۔ یہ مضامین ہندوستان کے لسانی نقشے اور لسانی مسئلے کو سامنے رکھ کر احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ اُردو کی بحث کہیں کہیں تلخ نوائی تک بھی پہنچ گئی ہے۔ وہ اُردو زبان کو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ اپنے مضمون ''قومی یکجہتی میں زبانوں کا کردار'' میں سقوطِ ڈھاکہ کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں لسانی اعتبار سے یکجہتی کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک مرکزی زبان کا فروغ۔ (۲) ایک لسانی گروہ کا دوسرے لسانی گروہ کی زبان سیکھنا یعنی ایک زبان دوسری زبان کے ذخیرۂ الفاظ سے روز افزوں استفادہ کرے۔

''اُردو زبان کا پس منظر اور آغاز'' میں گیان چند نے اُردو زبان کے مختلف ناموں کے علاوہ قدیم ہند آریائی، وسطی ہند آریائی، مہاراشٹری، شورسینی، ماگدھی، اپ بھرنش وغیرہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اہم مضامین دکن کے لسانی رشتے، اُردو اور ہندی، اُردو، ہندی، ہندوستانی، ہندوستان میں زبان کا مسئلہ، مہاتما گاندھی اور مشترکہ زبان کا مسئلہ، اُردو زبان، گنگا جمنی تہذیب کی پروردہ، اُردو کا ماضی، حال اور مستقبل، اُردو ہندی کا تعلق: ایک ذاتی وضاحت، ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی اور ہندی سرکاری زبان وغیرہ شامل ہیں۔ یہ مضامین ان کی برسوں کی تحقیق کا نچوڑ ہیں اور بنیادی طور پر ''ہندی اُردو تنازع'' کے گرد گھومتے ہیں، ان میں سے بیشتر مضامین میں انہوں نے ہندو مسلم ذہنیت کا تجزیہ کیا ہے۔

گوپی چند نارنگ مختلف الحیثیات ہیں، ان کی ایک حیثیت ماہر لسانیات کی بھی ہے۔ انہوں نے جدید لسانیات کی تعلیم امریکہ کی وسکانسن اور انڈیانا یونیورسٹیوں میں قیام کر کے حاصل کی۔ لسانیات وصوتیات سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ لسانیات کے موضوع پر ان کی ایک اہم کتاب ''اُردو زبان اور لسانیات'' ہے، یہ کل ۲۵ مضامین پر مشتمل ہے اور پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں سات مضامین ہیں جن میں اُردو کے تاریخی تناظر میں اس کے حالیہ مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے نیز اُردو اور ہندی کے لسانی رشتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس میں ایک اہم مضمون

''اُردو محاوروں اور کہاوتوں کی سماجی توجیہہ'' ہے۔ اس میں مختلف زاویوں سے سماجی معنویت، ماخذ اور لسانیاتی اعتبار سے ان کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ ''اُردو کے افعال مرکبہ پر ایک نظر'' خالص لسانیات اہمیت کا حامل مضمون ہے۔ ''قصہ اُردو زبان کا'' میں اُردو کے لسانی ارتقا کے ساتھ ساتھ ادبی ارتقا بھی زیر بحث لائے ہیں۔ تمام تر مضامین لسانیاتی نوعیت کے ہیں۔ وہ ہندی اور اُردو کو سگی بہنیں قرار دیتے ہیں۔ وہ لسانیات کو سماجی سائنس قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک ہندوستان کی تمام ہند آریائی زبانوں میں سے اُردو اور ہندی سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اس میں آج جو افتراق ہے وہ سامراج کی سازش یا حالات کی ستم ظریفی کی وجہ سے ہے وگرنہ جس قدر اشتراک اُردو اور ہندی کی لفظیات (Lexicon)، صرفیات (Morphology) اور نحویات (Syntax) میں پایا جاتا ہے، شاید ہی دُنیا کی کسی دو زبانوں میں پایا جاتا ہو۔ اُردو کی تقریباً چالیس آوازوں میں سے صرف چھ ایسی ہیں جو فارسی و عربی سے لی گئی ہیں، باقی سب کی سب ہندی اور اُردو میں مشترک ہیں (نارنگ ۔۲۰۰۷:۴۳۔۴۴)

بحیثیتِ مجموعی اُردو میں لسانیاتی تحقیق اگرچہ اپنے ابتدائی مدارج طے کر چکی ہے لیکن ابھی بھی اُردو لسانیات کے بہت سے پہلو تشنہ تحقیق ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں زبانوں کے علم نے باقاعدہ سائنس کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ دُنیا بھر کے ماہرینِ لسانیات اپنی اپنی زبانوں کے لسانی و لسانیاتی پہلوؤں کا کھوج لگانے کے ساتھ ساتھ دُنیا بھر کی زبانوں کے تقابلی مطالعہ میں بھی مصروف ہیں۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اُردو لسانیات کو بھی جدید خطوط پر استوار کرنے کی سعی کی جائے۔ اس علم کے بارے میں مغرب سے استفادہ کرتے ہوئے اس کے اصولوں کو اپناتے ہوئے اُردو لسانیات کی نئی جہتیں تلاش کی جائیں تاکہ اُردو زبان کا وقار بلند ہو سکے اور اُردو زبان اپنی بقا کی جنگ جاندار بنیادوں پہ لڑ سکے۔

حوالہ جات:

۱۔ اقتدار حسین، ڈاکٹر، (۱۹۸۵ء)، لسانیات کے بنیادی اصول، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس

۲۔ جابر علی سید، (۱۹۸۴ء)، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان

۳۔ جابر علی سید، (۱۹۸۹ء)، لسانی و عروضی مقالات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان

۴۔ خلیل صدیقی، (۱۹۹۱ء)، لسانی مباحث، کوئٹہ، زمرد پبلی کیشنز

۵۔ خلیل صدیقی، (۱۹۶۴ء)، زبان کا مطالعہ، مستونگ، قلات پبلشرز

۶۔ خلیل صدیقی، (۲۰۰۰ء)، زبان کا ارتقاء، (طبع دوم)، کوئٹہ: زمرد پبلی کیشنز

۷۔ رفاقت علی شاہد، (مرتب)، (۲۰۰۳ء)، تحقیق شناسی، لاہور: القمر انٹر پرائزز

۸۔　زور، سید محی الدین قادری، ڈاکٹر، (۱۹۶۱ء)، ہندوستانی لسانیات، (طبع سوم)، لاہور: مکتبہ معین الادب

۹۔　شوکت سبزواری، ڈاکٹر، (۱۹۶۶ء)، اُردو لسانیات، کراچی: مکتبہ تخلیق ادب

۱۰۔　شوکت سبزواری، ڈاکٹر، (۱۹۶۲ء)، لسانی مسائل، کراچی: مکتبہ اسلوب

۱۱۔　شیما مجید، (مرتب)، (۲۰۰۶ء)، لسانی مذاکرات (۱۹۶۸ء تا ۱۹۸۷ء)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان

۱۲۔　صدیقی، ابواللیث، ڈاکٹر، (۱۹۷۰ء)، ادب اور لسانیات، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ

۱۳۔　عقیل، پروفیسر معین الدین، ڈاکٹر، (۲۰۰۸ء)، اُردو تحقیق صورتِ حال اور تقاضے، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان

۱۴۔　گیان چند جین، ڈاکٹر، (۲۰۰۳ء)، لسانی رشتے، لاہور: مغربی پاکستان اکیڈمی

۱۵۔　گیان چند، ڈاکٹر، (۱۹۹۱ء)، لسانی مطالعے، (طبع دوم)، نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو

۱۶۔　مغنی تبسم، پروفیسر، (مرتب)، (۲۰۰۵ء)، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، حیات۔ شخصیت اور کارنامے، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس

۱۷۔　نارنگ، گوپی چند، (مرتب)، (۲۰۰۷ء)، اُردو زبان اور لسانیات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز

۱۸۔　نصیر احمد خان، (۱۹۹۰ء)، اُردو لسانیات، نئی دہلی: اُردو محل پبلی کیشن

۱۹۔　نصیر احمد خان، (مترجم)، (۱۹۹۷ء)، لسانیات کیا ہے؟، لاہور: نگارشات

۲۰۔　وارث سرہندی، (۱۹۸۹ء)، زبان و بیان (لسانی مقالات)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان